ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ڈاکٹر تحسین بی بی

صدر شعبۂ اردو، یونیورسٹی آف صوابی، خیبر پختونخواہ

انجم یوسف

اسکالر پی ایچ ڈی اردو، قرطبہ یونی ورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی پشاور

احمد داؤد کے افسانوں میں سیاسی جبر کا پہلو

Dr. Tahseen Bibi
Head of Urdu Department, University of Sawabi, KPK
Anjum Yousaf
Scholar Ph.D Urdu, Qurtaba University of SCiecne and Technology, Peshwar.

The Aspect of Political Oppression in Ahmad Dawood's Short Stories

Ahmed Daud is an important name of Urdu fiction he is not only a simple addition but has given a meaningful position of present time's fiction writing. He has taken start of his writings in great political struggle. He describes political and social environment, struggle and martial law with great beautification. He describes his great wish to free from political cruelties. This article describes a survey of Ahmad Daud's fiction writings with special reference to high light political situation and struggle.

Key Words: *Important, Urdu, Fiction, Addition, Position, Writing, Enviroment, Beautification, Martial Law, Political.*

احمد داؤد (یکم جون ۱۹۵۱ء تا ۱۹۹۴ء) اردو افسانے کی دنیا کا اہم نام ہے جو نہ صرف ایک کہانی کار ہے بلکہ جدید افسانے کو ہم عصر معنویت دینے والوں میں بھی اسے اہم حیثیت حاصل ہے۔ احمد داؤد نے جس دور میں افسانہ نگاری کا آغاز کیا وہ سیاسی جبر کا زمانہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اپنے افسانوں میں اپنے عہد کا سیاسی سماجی ماحول، سیاسی گھٹن، مارشل لاء کا جبر اور سیاسی جبر کو نہایت خوبی سے بیان کیا ہے۔

احمد داؤد کے افسانوں میں سیاسی جبر و استبداد، جاگیرداری نظام، آمریت اور استعماریت کے خلاف احتجاج کی واضح صورت نظر آتی ہے۔ ان کے افسانوں میں منافقت و خود غرضی اور معاشرے کے کچلے ہوئے طبقے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کے دکھوں کا موثر اظہار ملتا ہے۔ ان موضوعات کو احمد داؤد نے گہرے تہذیبی و سیاسی شعور کے ساتھ خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔ ان کے ہاں سیاسی جمود، آزادی رائے پر پابندی جیسے موضوعات برہنہ حقیقت نگاری اور سچائی کے باوجود بھرپور معنویت کے ساتھ سامنے آئے ہیں۔ فتح محمد ملک، احمد داؤد کے افسانوی فن کے متعلق لکھتے ہیں: ''اس کے افسانے سیاسی جبریت اور تہذیبی جمود کے تصادم سے پھوٹتے ہیں۔'' (۱)

احمد داؤد ساری زندگی سیاسی و معاشی جدوجہد میں مصروف رہا اور احمد داؤد کی سیاسی وابستگی پیپلز پارٹی کے ساتھ تھی۔ ضیاء الحق کے دور میں وہ نظریاتی وابستگی کے باوجود نعرے بازی کہیں پر بھی نہیں کرتا۔ اسے وطن کی مٹی سے پیار ہے اور ان لوگوں سے نفرت کرتا ہے جو وطن اور اس کے باسیوں کی تذلیل کرتے ہیں۔

احمد داؤد کا شمار اپنی نسل کے ان افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے جس کے افسانوں کی اکثریت میں سیاسی جبر و گھٹن اور استحصال کی دیگر قوتوں کے خلاف مزاحمت کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔ اس نے بڑی دلیری و ہمت سے اپنے دور کے غاصبوں کو بے نقاب کیا ہے۔ اس کے ہاں سیاسی جبر سے آزاد ہونے کی خواہش ملتی ہے۔

احمد داؤد نے افسانوی مجموعہ ''مفتوح ہوائیں'' (۱۹۸۰ء) کے افسانوں میں سیاسی جبریت اور فوجی آمریت کے خلاف احتجاج کو علامتی اور تجریدی انداز سے پیش کر کے اردو میں مزاحمتی ادب کو ایک نیا زاویہ عطا کیا ہے۔ اس مجموعے میں شامل افسانے ''بنجر ریکھا کا سفر''، ''وسکی اور پرندے کا گوشت''، ''عجائب گھر ۱،۲،۳'' اور ''کمپوزیشن۔۷۹'' وغیرہ احمد داؤد کے سیاسی شعور کے غماز ہیں۔

"بنجر ریکھا کا سفر" احمد داؤد کے سیاسی شعور کا غماز ہے جس میں انھوں نے مارشل لائی دور پر بھی تنقید کی ہے۔ ہمارے بے جڑ رشتے خواہشوں کی بنجر مٹی سے جنم لیتے ہیں اور جونہی مفاد کا موسم گزرتا ہے یہ ٹوٹ جاتے ہیں۔ (۲)

کیونکہ احمد داؤد کے نزدیک ہمارا ایک وجود جو فنا ہونے سے پہلے کئی بار فنا ہو چکا ہوتا ہے جو روز بروز وقت کی دلدل میں دھنس رہا ہوتا ہے۔ ''ہمارے ہاتھ کی ریکھائیں بنجر ہو چکی ہیں ان میں فصل نہیں اُگتی۔'' (۳)

احمد داؤد اس افسانے میں مارشل لائی نظام سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ترکیبوں پر گہری تنقید کرتے ہوئے کہتا ہے۔ ''تو جس راستے پہ بھاگ رہا ہے اس کی کوئی منزل نہیں۔ تجھے لوٹ کر وہیں آنا ہو گا۔'' (۴)

"وسکی اور پرندے کا گوشت" بھی مارشل لاء کے نظام کے خلاف لکھا گیا ایسا افسانہ ہے جس میں تجریدیت و علامت کا سہارا لیے بغیر طنزیہ و کٹیلا اظہار اپنایا گیا ہے۔ یہ افسانہ آمریت کے خلاف شائع ہونے والے افسانوی مجموعہ ''گواہی'' میں بھی شامل ہے۔ اس افسانے میں سیاسی جبریت واضح انداز میں نظر آتی ہے جب وہ

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

مکالماتی انداز میں قومی حیلہ سازوں کے خلاف احتجاج، نفرت اور غم وغصے کے احساس کو بیان کرتا ہے۔ اس کہانی میں احمد داؤد ان پرندوں کو فوکس میں لاتا ہے جنھیں دیکھ کر آزادی کی تمنا انگڑائی لیتی ہے اور یہ اس شخص کی کہانی ہے جس نے پرندوں کی سی آزادی حاصل کرنے کی خاطر بلڈنگ کی سولہویں منزل سے چھلانگ لگا دی تھی۔ احمد داؤد افسانہ "وسکی اور پرندے کا گوشت" میں فوج پر براہِ راست حملہ کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ "وسکی پرندوں کا گوشت، نوخیز لڑکیاں ہمارے مجاہدوں کی مرغوب غذا ہے۔" (۵)

اس افسانے میں احمد داؤد نے ماحولیاتی آلودگی کے پس منظر میں ہماری ذہنی آلودگی کو نمایاں کیا ہے اور پرندے کو بطور استعارہ لیا ہے کہ جس طرح پرندے شفاف اور بے کراں آسمان کی بلندیوں پر جھومتے پھرتے ہیں۔ احمد داؤد بھی اسی روپ انسانیت کو آزاد اور دنیا کو آسمان کی طرح صاف وشفاف دیکھنا چاہتا ہے۔ مگر ماحولیاتی آلودگی کی طرح ہمارے دل ودماغ پر بھی پردہ پڑ گیا ہے اور ایک آزاد ملک میں بھی آزادی سے جینے کی تمنا آہستہ آہستہ ختم ہونے کے ساتھ ہی آزادئ اظہار کے تمام راستے محدود ہوتے جارہے ہیں۔ قومی سلامتی کے نام پر عوام سے مذاق کیا جارہا ہے۔ ان کی آزادی وبنیادی حقوق چھین کر انھیں قیدی پرندوں میں تبدیل کیا جارہا ہے۔ اگر کوئی پرندہ پھر بھی پھڑ پھڑانے کی ہمت اور کوشش کرتا ہے تو اسے بلندیوں سے زمین پر پٹخ دیا جاتا ہے :

> شاید اسلحے کی آزمائش ہو رہی ہے۔۔۔ نہتے لوگ اور گلیاں اسلحے کی آزمائش کے لیے بے حد مناسب ہیں۔ مگر پرندے۔۔۔ اس نے لمحہ بھر کے لیے سمندر اور آسمان کی مشترکہ سرحد پر نگاہ دوڑائی۔ جہاں پرندوں کا ہجوم تھا۔ کیا آسمان تلے ان پرندوں کو آزادی میسر ہے؟ اگر میرے پر ہوتے تو یقیناً اچھا نہ ہوتا۔ (۶)

یہاں پر احمد داؤد یہ باور کراتا ہے کہ خوف ودہشت کی اس فضا میں جہاں مثبت انقلابی تبدیلی کی ضرورت تھی جو پورے نظام زندگی کو تبدیل کردے مگر نتیجہ اس کے برعکس سامنے آیا کہ نوجوان نسل نے اس خوف سے نجات حاصل کرنے کے لیے کلاشنکوف کلچر، دہشت گردی، عورتوں کی بے حرمتی، شراب نوشی، بے ایمانی اور عیش وعشرت جیسے غلط راستوں کا انتخاب کرکے اپنی صلاحیتوں کو مثبت صورت میں ظاہر کرنے کے بجائے منفی صورت میں ظاہر کرنا شروع کردیا ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

احمد داؤد آزادی کا علمبر دار ہے۔ اسی لیے وہ تشدد، جبر اور دباؤ کے ہر حربے سے نفرت اور فوجی آمریت کے خلاف احتجاج کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بقول ڈاکٹر قاضی عابد: ”احمد داؤد کے افسانوں میں 'بوٹوں کی دھمک' اور 'وردی کا خاکی رنگ' صاف پہچانا جاتا ہے۔“ (۷)

افسانوی مجموعہ مفتوح ہوائیں میں شامل ”عجائب گھر ۱، ۲ اور ۳“ سلسلے کے تینوں افسانوں میں احمد داؤد کے گہرے سیاسی شعور کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان تینوں کہانیوں کا پس منظر مسلسل آمریت کے تین ادوار ہیں جن کا آغاز ایوب خان کے مارشل لاء سے ہوا تھا۔ احمد داؤد بڑی بے باکی سے سوچتے ہیں۔ وہ مارشل لاء کے ناپسندیدہ نظام کی وجہ سے پورے عسکری ادارے کو ہی معطون قرار دیتے ہیں۔

وہ چاروں طرف دیکھ کر بولی، یہاں بھیڑیے ہوتے ہیں اور فارسٹ گارڈ بھی، پگلی۔۔۔ لڑکا اس کے گالوں کو تھپتھپاتے ہوئے بولا، وہ تو سارے ادھر شہر میں چلے گئے ہیں، عدالتیں اور چھاؤنیاں آباد کرنے۔ (۸)

یہاں پر احمد داؤد آمرانہ فکر اور سامراجیت کا سامراجی عہد کے اداروں کی قلعہ بندی کی حقیقت واحوال کو منظر عام پر لاتے ہیں اور اپنے عہد کے شہروں کی اس صورت حال سے نامطمئن ہے جو فرد کو شناخت سے محروم کر دیتی ہے۔ ”میں اس منظر کا گواہ ہوں او جب یہ شہر جل جائے گا مجھے شہادت دینی ہوگی۔“ (۹)

یہاں پر احمد داؤد سامراج کی براہِ راست غلامی سے نکل کر رفتہ رفتہ سامراج کی بالواسطہ غلامی زنجیروں میں گرفتار ہو جانے والے لوگوں کی روداد کو بیان کرتا ہے کہ جو منتظر ہیں کہ وہ نیا سورج طلوع ہو جس کی روشنی میں بالواسطہ غلامی کی مرئی زنجیریں دکھلائی دیں اور انہی لوگوں میں عجائب گھر کی وہ عورت بھی شامل ہے جس کا ایک پاؤں زنجیر سے بندھا ہے تو ایک آزاد ہے اور اسی طرح سے عجائب گھر کے اس شخص کا بھی انہی میں شمار ہوتا ہے ”جو صبح ہونے سے پہلے کسی نیک لمحے میں شہر کو آگ لگا“ دینا چاہتا ہے۔

افسانہ ”کمپوزیشن ۷۹“ سیاسی شعور، احتجاج، تصادم اور باغیانہ جذبات سے لبریز ہے۔ اس افسانے میں احمد داؤد اپنے عہد کے بدترین آمر کے ظلم کے خلاف آواز اٹھاتا ہے اور پورے عہد کی فرسٹریشن، نفرت اور ذلت کو سرکشی اور باغیانہ نقطۂ نظر کا اظہار خوبصورتی سے کرتا ہے۔

میں بائیں کلائی اور دائیں ٹانگ پہ لپٹی زنجیر کو ہلاتا ہوں باہر ڈیوڑھی میں اس کے پرتو قدموں کی جوالا پھوٹتی ہے اور نیچے زمین کی تہوں میں زنجیر کے دوسرے کنڈے سے بندھے بزرگ چلاتے ہیں کہ زنجیر کا سرا ان کے بالوں سے بندھا ہوا ہے۔ (۱۰)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

دوسرا افسانوی مجموعہ ''دشمن دار آدمی'' (۱۹۸۳ء) میں احمد داؤد ایک سیاسی کارکن کے اضطراب و بے چینی کے ساتھ نمایاں ہے۔ وہ فرد کی آزادی کے علمبردار تھے اسی لیے وہ سیاسی جبر، منافقت اور دباؤ کے ہر حربے کو ناپسند کرتے تھے۔ جس کا تذکرہ وہ اس افسانوی مجموعے میں مشمولہ افسانوں میں خوبصورتی سے کرتے ہیں جن میں اہم افسانے ''داستان شبِ رواں کی''، ''عذاب انہار''، ''گل گامش''، ''بیج دینے والا''، ''بوڑھی برگذیدہ آنکھیں'' اور ''عروج کازوال' کا عروج'' وغیرہ ہیں۔

افسانہ ''داستان شبِ رواں کی'' احمد داؤد کی فنی بصیرت اور سیاسی شعور و جبریت کا گواہ ہے جس میں یہ احساس شدت سے کارفرما ہے کہ ابھی غلامی کا سلسلہ ختم نہیں ہوا بلکہ رات کا سفر اسی طرح چل رہا ہے ہم ابھی تک تاریک راہوں کے راہی ہیں اور سامراج کی براہِ راست غلامی سے نجات و آزادی کے بعد ہمارے ہاں آزادی کے لامحدود امکانات کو بروئے کارلانے کے خواب تعبیر حاصل کرنے کے بجائے مسلسل چکناچور ہوتے آئے ہیں۔

اس افسانے میں احمد داؤد نے ان بتوں کو کہانی کا مرکز بنایا ہے جو آمروں کی صورت میں قوموں پر مسلط ہو جاتے ہیں جو ظالم، شداد، خود پرست اور نیم پاگل بھیڑیوں سے کسی صورت کم نہیں ہوتے جو اپنے آپ کو آسمانوں کے منتخب کردہ حکمران سمجھتے ہیں۔ اسی طرح جب ایک آمر سے نجات حاصل ہوتی ہے تو دوسرا آمر پرچم لہراتا ہوا شہر میں داخل ہوتا ہے اور بگل بجانے والے قصیدہ گو نئے مالک کی شان میں گیت گانے لگتے ہیں۔ یوں عظمت کا ایک نیابت چوراہے میں نصب کر دیا جاتا ہے۔ مگر ہر نیا آمر مصائب و آلام اور بربادی کا نیا سلسلہ ساتھ لاتا ہے۔

ایک گیا ہے اور دوسرا آیا ہے جو اس سے بھی بدتر ہے اور پھر تیسرا آئے گا جس کے پاس ہمارے ہونٹوں پر جمی پپڑیوں کا مرہم ہے۔ (۱۱)

اس افسانے میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ اس سیاہ رات کا اختتام کب ہو گا اور حقیقی آزادی کا سورج کب طلوع ہو کر لوگوں کے چہروں کو روشن کرے گا۔ ان سیاہ رات کی طرح نازل ہونے والے آمروں کو احمد داؤد نے ابوالہول کا نام دیا ہے۔ ابوالہول فراعین مصر کے استبداد ظلم و ستم کی علامت ہے۔ اسی علامت کو احمد داؤد آمریت کی شب رواں کی تفہیم کے لیے کلید کے طور پر استعمال کرتا ہے۔

افسانہ ''عذاب النہار'' میں احمد داؤد اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اب لوگوں کا ہجوم جو گہرے سناٹے میں مبتلا ہے کسی ایسے مسیحا (آمر) کی آواز کا منتظر ہے جو اسے ڈھور ڈنگروں کی سطح سے بلند کر کے آزاد انسانوں کا مقام دلائے اور یہ لوگ اس نظام آمریت سے نجات حاصل کرنے کے تگ و دو میں اس ہجوم کا :

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"سناٹا آواز کا منتظر ہے۔ " (۱۲)

افسانہ "گل گامش" میں سیاسی گھٹن اور تنگ و تاریک فضا سے نجات حاصل کر کے آزادی کی فضا میں سانس لینے کی تگ و دو کو موضوع بحث بنایا گیا ہے کہ اس جبریت کے دور میں آمریت سے سمجھوتہ کرنے کی خاطر انسان کو اپنی جون بدلنی پڑے گی۔"میں باہر نکلنا چاہتا تھا مگر راستے بند تھے۔" (۱۳)

اسی طرح افسانہ "بیج دینے والا" میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ گندم بو کر جو کاٹنا کیوں کر ان کا مقدر بنا۔ اس سوال کے جواب اور انصاف کی طلب ایک شخص کو شہر میں وہاں پر لے آتی ہے جہاں پر دفتر میں بیج کی سپلائی کی جاتی ہے۔ وہاں اس کا سامنا اس کمرے کے اندر اس منظر سے ہوتا ہے کہ :

چق سے پرے کمرے کے مدھم اجالے میں کلرک اور اس کا افسر سر جھکائے کسی اجنبی کے سامنے کھڑے ہیں۔ اجنبی اپنے سر سے ایک بڑا سا ہیٹ اتار کر اس میں جو کے دانے ڈال رہا ہے میں ہیٹ پر بنے ستارے گننے لگتا ہوں۔ ستاروں والا ہیٹ مجھے بہت عجیب لگتا ہے۔ (۱۴)

افسانہ "بوڑھی برگزیدہ آنکھیں" میں سیاسی جبر و گھٹن کی وضاحت احمد داؤد اس طرح کرتا ہے کہ لوگ اس سیاسی جبر و آمریت سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تگ و دو میں اس صورتحال سے بے خبر ہیں کہ ان کے گھروں، گلیوں اور ان کے شہروں کے نیچے خفیہ سرنگیں بچھائی جا چکی ہیں اور یہ پانی کی لائن ہے یا زہر کی مگر وہ کسی نجات دہندہ کے منتظر ہیں لیکن وہ برگزیدہ آنکھیں جنھوں نے خفیہ سرنگوں میں سے سازشی آنکھوں اور مشکوک چادروں والے اجنبیوں کو نکل کر وطن کی مٹی کو مفتوح کرتے دیکھا تھا اسی لیے وہ خبردار کرتے ہیں کہ "وہ تمہارے دن اور تمہاری راتیں چھیننے آ چکے ہیں اور تمہارے شہر میں داخل ہو چکے ہیں۔" (۱۵)

احمد داؤد کے ہاں اجتماعی ضمیر کی غمازی گہرے سیاسی و سماجی شعور کو منعکس کرتی ہے اور طبقاتی تضادات کرداروں میں ڈھل کر شناخت پاتے ہیں۔ معاشرے میں طبقہ داری تفریق جس طرح انسانی زندگی پر اپنے اثرات مرتب کرتی ہے احمد داؤد اسے اسی شدت کے ساتھ کمالِ فن سے پیش کرتا ہے۔

تیسرے اور آخری افسانوی مجموعہ "خواب فروش" (۱۹۹۶ء) میں مشمولہ افسانوں "شہید"، "سانپ کی سرگزشت"، "جواں مرگ کا نوحہ"، "خواب فروش" اور "نامہ بر" وغیرہ میں بھی احمد داؤد نے مارشل لاء اور سیاسی جبر و استحصال کی روداد کو خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

افسانہ "شہید" ۱۹۷۷ء کے مارشل لاء کے خلاف لکھا گیا اہم افسانہ ہے جس میں فوج (گوریلوں) پر کڑی تنقید کی گئی ہے جو ہر روپ میں ہر طرف دندلاتے پھرتے ہیں اور اپنے راج کو مسلط کیے ہوئے ہیں۔ احمد داؤد ان گوریلوں کو دشمنوں کا ایجنٹ تک کہنے سے نہیں جھجھکتا۔

یہ تو گوریلوں کے پھرنے کا وقت ہے۔ آپ کو پتہ نہیں ملک میں دشمنوں کے ایجنٹ گھس آئے ہیں۔[۱۶]

آج کا انسان، انسان کے خلاف نبرد آزما ہے اور سیاسی و سرمایہ درانہ جبر کا ستایا ہوا فرد اپنے گھر تک میں اجنبیت کا شکار نظر آتا ہے اسی طرح سے بدی نے چاروں کھونٹ انسان کو گھیر رکھا ہے۔ اس تمام ماحول و صورتحال کی مثال احمد داؤد کا افسانہ "سانپ کی سرگزشت" ہے جس میں احمد داؤد نے انسان کی حرص و ریاکاری اور ظلم و ستم کی تصویر کشی کی ہے اور مارشل لاء کے دوران لاگو ہونے والی پابندیوں اور آزادی کا پرچار کرتا ہے۔

میں سانپوں کے ملن کی آڑ میں اس آزادی کا خواب دیکھتا جو انسانوں کی تقدیر سے خارج کر دی گئی ہے۔[۱۷]

افسانہ "خواب فروموش" ضیاء الحق کے گیارہ سالہ دور کے بارے میں لکھا گیا اہم افسانہ ہے جس میں اس دور کے سیاسی و سماجی اور طبقاتی حوالے سے بات کی گئی ہے:

بوڑھے خواب فروش نے میرے جگراتے کے زخموں کو اتنی صفائی سے دھویا ہے کہ گیارہ سالوں کا درد ختم ہو گیا اور اب میں اپنی مرضی سے سوتا ہوں اپنی مرضی سے جاگتا ہوں۔[۱۸]

افسانہ "جواں مرگ کا نوحہ" میں احمد داؤد نے سیاسی جبر و گھٹن کی قید سے آزادی حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کرنے والے نہتے عوام پر قانون کے ظلم و ستم کی تصویر کشی کی ہے۔ کہ سپاہی ہر قسم کے اسلحے، رائفلیں، گیس شیلٹر سے لیس ہو کر جگہ جگہ پر کھڑے ہیں تا کہ چاروں طرف سے آتے جلوس کی کاروائی کو روکیں۔

ہجوم میں ایک شور برپا ہوا اور پھر لفظ اور شعلے ہوا میں پھیلنے لگے۔ اس بڑھتے الاؤ پر یکدم کسی نے تیل چھینک دیا۔ تڑاخ دار صدا نے ہجوم کی حرمت توڑ ڈالی۔[۱۹]

سیاسی شعور سے لبریز افسانہ "نامہ بر" میں اس سیاسی جبر و گھٹن کی داستان بیان کی گئی ہے جو مارشل لاء کے لاگو ہونے کی وجہ سے وجود میں آئی ہے۔ احمد داؤد کے نزدیک اس مارشل لائی نظام کی وجہ سے زندہ رہنے کا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ڈھنگ تک چھین لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اراکین اسمبلی اور وزراء کی بدعنوانیوں پر بھی چوٹ کی گئی ہے۔ یہاں پر مارشل لاء دور پر بھی علامتی انداز میں تنقید کی گئی ہے کہ :

> ہم ایک طویل پر شور سرنگ میں سفر کر رہے ہیں۔ سرنگ کا دوسرا سرا کہاں پر ہے معلوم نہیں سرنگ کا سفر کہاں سے شروع ہوا کب ختم ہو گا یہ سفر ہماری منشا کے مطابق ہے یا نہیں ہمیں اس میں دھکیل دیا گیا ہے۔۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ جہاں یہ سفر ختم ہو گا وہاں سرنگ سے باہر نکلنے کا رستہ بھی ہو گا کہ نہیں۔ [۲۰]

احمد داؤد کے افسانوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہوتا کہ انھوں نے ایک مختصر سے عرصہ میں اپنے لیے اعتبار اور جگہ پیدا کی ہے اور وہ نئی نسل کے ایسے منفرد افسانہ نگار ہیں جو حالات کے ساتھ ساتھ ماحول کی عکاسی بھی خوبصورتی و ہنر مندی سے کرتے ہیں۔ رشید امجد ان کی افسانہ نگاری کے حوالے سے لکھتے ہیں :

> نئے افسانہ نگاروں کی تیسری پرت میں سب سے توانا، بھرپور صاحبِ اسلوب آواز احمد داؤد کی ہے۔ اس نے نئے افسانے کو نظریاتی چہرگی کے ساتھ ساتھ تاریخی اور ثقافتی ذائقے سے ہم آہنگ کیا ہے۔ طنز کی کاٹ، جھٹکا دیتے، چٹکیاں لیتے جملے، دبیز علامتیں اور سانس لیتے امیجز اس کے بھرپور مشاہدے زیرکی اور تاریخی شعور کا پتہ دیتے ہیں۔ انسانی رشتوں کا المیہ، معروضی دکھ اور احتجاجی ٹوٹ اس کی کہانیوں میں عہد کی گواہی دیتے ہیں۔ [۲۱]

احمد داؤد کے افسانوں میں اسلوب پرستی کا رجحان واضح ہے۔ وہ اپنی کہانیوں کو علامتی پیکروں اور منظر نگاری کے جدید رویوں سے بُنتے ہیں۔ بقول وزیر آغا :

> احمد داؤد کے افسانے میں نئے علامتی افسانے کی تہہ داری اپنی ساری نفاست اور لطافت کے ساتھ وجود ہے۔ [۲۲]

احمد داؤد نے زندگی کا مطالعہ دلچسپ سفاکی کے ساتھ کیا ہے اور ان کی افسانہ نگاری نئے زمانے کے نئے سوالوں کے ممکنہ جوابات کی دردمندانہ کوششوں سے مماثل ہے۔ احمد داؤد اس حوالے سے قابلِ تعریف ہیں کہ انھوں نے ایک صاف نقطہ نظر کے لیے رجعت پسند ادبا کے جدت پسند حربوں سے لطف اندوزی کی ایک اعلیٰ

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

طریقے سے کوشش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایک ایسے جدید ادیب کے روپ میں جلوہ گر ہوئے ہیں جو استعاراتی و علامتی اظہار سے ابلاغ کی راہ میں کوئی رکاوٹ وگزند نہیں پہنچنے دیتے۔

مجموعی طور پر احمد داؤد کے افسانے تہذیبی، سماجی اور سیاسی شعور کے بہترین عکاس ہیں اور ان کے افسانوں میں منافقت اور سیاسی جبر کے خلاف احتجاج نمایاں ہے۔

حوالہ جات

۱. فتح محمد ملک "پورے ایمان کی تلاش" مشمولہ "دشمن دار آدمی" از احمد داؤد، ندیم پبلی کیشنز، راولپنڈی، ۱۹۸۳ء، ص:۱۲۹

۲. احمد داؤد "بنجر ریکھا کا سفر" مشمولہ "مفتوح ہوائیں" دی پرنٹ لائن، اسلام آباد، ۱۹۸۰ء، ص:۴۳

۳. ایضاً، ص:۴۴

۴. ایضاً، ص:۴۵

۵. احمد داؤد "وسکی اور پرندے کا گوشت" مشمولہ "مفتوح ہوائیں" ایضاً، ص:۹۴

۶. ایضاً، ص:۹۴۔۹۳

۷. قاضی عابد، ڈاکٹر "اردو افسانہ اور ساطیر" شعبہ اردو زکریا یونیورسٹی ملتان، ۲۰۰۲ء، ص:۲۵۶

۸. احمد داؤد "عجائب گھر۔۲ مشمولہ "مفتوح ہوائیں" ایضاً، ص:۱۲۲

۹. احمد داؤد "عجائب گھر۔۳ مشمولہ "مفتوح ہوائیں"، ایضاً، ص:۱۳۵

۱۰. احمد داؤد "کمپوزیشن۔۷۹" مشمولہ "مفتوح ہوائیں"، ایضاً، ص:۱۴۶

۱۱. احمد داؤد "داستان شبِ رواں کی" مشمولہ "دشمن دار آدمی"، ایضاً، ص:۴۱

۱۲. احمد داؤد "عذاب النہار"، مشمولہ "دشمن دار آدمی" ایضاً، ص:۵۲

۱۳. احمد داؤد "گل گامش" مشمولہ "دشمن دار آدمی" ایضاً، ص:۶۵

۱۴. احمد داؤد "بیج دینے والا" مشمولہ "دشمن دار آدمی"، ایضاً، ص:۸۷

۱۵. احمد داؤد "بوڑھی برگزیدہ آنکھیں"، مشمولہ "دشمن دار آدمی"، ایضاً، ص ۸۵

۱۶. احمد داؤد "شہید"، مشمولہ "خواب فروش" دوست پبلی کیشنز اسلام آباد، ۱۹۹۶ء، ص:۱۳

۱۷. احمد داؤد "سانپ کی سرگزشت" مشمولہ "خواب فروش"، ایضاً، ص:۱۸

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۱۸. احمد داؤد "خواب فروش" مشمولہ "خواب فروش" ایضاً، ص:۵۸
۱۹. احمد داؤد "جواں مرگ کا نوحہ" مشمولہ "خواب فروش" ایضاً، ص:۶۳
۲۰. احمد داؤد "نامہ بر" مشمولہ "خواب فروش" ایضاً، ص:۱۰۰
۲۱. رشید امجد، ڈاکٹر، "بہترین نئی کہانیاں" مرتبہ اعجاز راہی، دستاویز پبلشرز، راولپنڈی، ۱۹۸۰ء، ص:۱۵۹
۲۲. وزیر آغا "احمد داؤد کے افسانے" مشمولہ "خواب فروش" از احمد داؤد، ایضاً، ص:۱۱۸